الغزالی فورم کا ترجمان

افکارِ قاسمی







شائع کردہ

الغزالی فورم

www.algazali.org

qasmimag@gmail.com

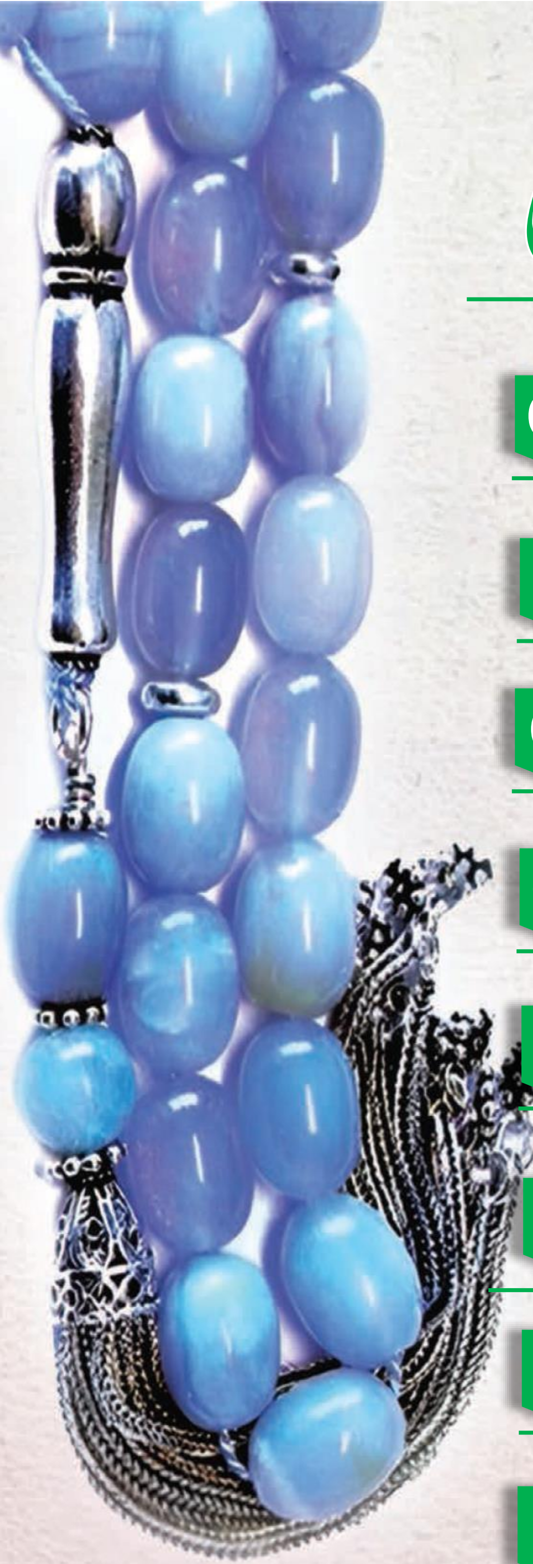






افکار قاسمی اراکین

فہرست مضامین



اداریہ

ماشاءاللہ تبارک اللہ

افکارِ قاسمی

مدیر کے قلم سے

ربِ لم یزل کا شکر، کرم، احسان، رحمت، فضل، مہربانی اور کرم نوازی ہے کہ ''مجلہ افکار قاسمی''آج یکم اکتوبر 2025ء کو الحمداللہ، ثم الحمداللہ، اپنی کامیابی کے تیرہ سال مکمل کر رہا ہے۔

یہ ایک نہایت عظیم لمحہ ہے جس پر میں اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں، اور دل سے شکر گزار ہوں کہ اللہ پاک کی بے شمار رحمتوں اور فضل کے بغیر یہ سب ممکن نہ تھا۔ الحمداللہ، ان تیرہ سالوں میں اللہ کی مدد و نصرت ہماری رہنمائی کا باعث بنی، ورنہ یہ شمارہ یہاں تک نہ پہنچ پاتا۔

ان سالوں میں ''مجلہ افکار قاسمی'' نے بہت سے نشیب و فراز دیکھے۔ کئی ایسے لمحات آئے جب شمارہ بروقت نہیں آسکا، مگر اللہ کے فضل سے ہر بار ہم نے ان مشکلات کو پار کیا۔ عجیب تاثرات، مختلف آراء، اور چیلنجز کا سامنا کیا، لیکن الحمداللہ، پھر بھی ''مجلہ افکار قاسمی'' اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ آپ کے سامنے ہے اور ان شاءاللہ، یہ ہمیشہ اپنی روشنی بکھیرتا رہے گا۔

اللہ کا شکر ہے کہ ''مجلہ افکار قاسمی'' کو ایسے ہیرے نصیب ہوئے جنہوں نے اپنی محنت اور لگن سے اس کو بے پناہ کامیاب بنایا، جنہوں نے اپنے علم سے اس کی حیثیت کو مزید بلند کیا، اور جو ہمیشہ قارئین کے لئے روشنی کا خزانہ بنے رہے۔ وہ ہمارے لیے اللہ کا انعام ہیں۔

''مجلہ افکار قاسمی'' کو جن عظیم قارئین نے اپنے دل سے اپنایا، وہ بھی کسی سے کم نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف پڑھنے والے نہیں تھے، بلکہ حقیقی معنوں میں ہمارے سفر کا حصہ بنے، ہماری کامیابیوں میں شریک رہے، اور کبھی ہمت ٹوٹنے نہ دی۔

''مجلہ افکار قاسمی'' کے اس سفر میں جن جن احباب، محبین،اور مشفقین نے ہمارا ساتھ دیا، میں ان سب کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔آپ کی دعائیں، محبتیں،اور مشورے ہمارے لیے قیمتی خزانے سے کم نہیں۔آپ کی بدولت ہی یہ شمارہ اپنی منزلوں کو چھو رہا ہے۔

خاص طور پر، ''مجلہ افکار قاسمی'' کی ٹیم کے تمام ارکان کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے اپنے قیمتی وقت اور محنت سے اس کو حسین تر بنایا۔آپ کی تخلیقات، نظریات اور محنت نے اس مجلہ کو ایک نئی روح بخشی،اور بالخصوص حالیہ اراکین کی محنت نے اس مجلہ کو نئی بلندیوں تک پہنچایا۔

میں اپنے سرپرست حضرات، بالخصوص استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ، استاذ محترم حضرت مولانا محمد احمد قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، اور استاذ محترم حضرت مولانا مفتی ناصرالدین مظاہری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا دل سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے اپنی رہنمائی اور دعاؤں سے ہمیں ہمت دی۔ان کی دعائیں ہی ہماری کامیابی کی اصل وجہ ہیں۔

آخر میں، میں اپنے تمام قارئین، مصنفین،اور تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس سفر میں ہمارا ساتھ دیا، دعائیں کیں، اور ہر مرحلے پر ہماری حوصلہ افزائی کی۔

اللہ پاک ''مجلہ افکار قاسمی'' کو دن دگنی، رات چگنی ترقی دے،اور اس کے فیض کو تمام عالم میں پھیلائے۔آمین ثم آمین۔









حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

چوتھی بار حکمِ جہاد: "وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ واعلموا ان اللّٰہ سمیعٌ علیمٌ" (آیۃ: ۲۴۴)

اس آیت میں امتِ محمدیہ کو خطاب ہے کہ جہاد کرو بنی اسرائیل کی طرح بزدل نہ بنو، وہ موت کے ڈر سے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ نکلے، مگر موت نے ان کو نہیں چھوڑا جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں ہے، کہ جب انہیں جہاد کا حکم ملا، گھروں سے بھاگے، کہیں جہاد میں لقمۂ اجل نہ بن جائیں، پھر بھی بچ نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دی اور سب مر گئے۔ پھر ایک مدت کے بعد ان کو زندہ کیا تا کہ قدرتِ خداوندی کا مشاہدہ کر لیں کہ قدرتِ خداوندی کے مقابلے میں کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ واعلموا ان اللہ سمیعٌ علیمٌ... اللہ کے حکم پر عمل کرو، وہ تمہاری گفتگو سن رہا ہے کہ کون ترغیبِ جہاد دیتا ہے اور کون متنفر کرتا ہے، اسی طرح تمہارے اسرارِ قلوب سے واقف ہے کہ کون دین کی خاطر مجاہد ہے اور کون مال غنیمت کی خاطر اور نیک نامی کی خاطر لڑتا ہے۔

حکمِ جہاد پانچویں بار: "الم تر الی الملأ من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ"... (آیۃ: ۲۴۶)

یہاں آیۃ نمبر ۲۴۶ سے لے کر ۲۵۲ آیت تک ایک واقعہ کے ضمن میں امتِ محمدیہ کو ترغیبی حکم جہاد دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔ حضرت شمویل علیہ السلام پیغمبر تھے، واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ایک زبردست قوم عمالقہ نے بنی

اسرائیل کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور عورتوں اور بچوں کو بھی لے گئے تو بنی اسرائیل کے شرفاء نے حضرت شمویل علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارا قائد متعین کر دیں ہم ان کے ساتھ لڑتے ہیں۔ حضرت نے طالوت کو فوجی افسر مقرر کر دیا تو قوم نے اعتراض کیا کہ قیادت کے مستحق تو ہم تھے، آپ نے اس کو قائد کیسے بنادیا؟ نہ تو یہ سبطِ نبوت یعنی لاوی بن یعقوب میں سے ہے اور سبطِ مملکت یعنی یہودا کی اولاد میں سے ہے، کیونکہ حضرت طالوت حضرت یعقوب علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے بنیامین کی اولاد میں سے تھے۔ تو حضرت شمویل نے انہیں تین جواب دیئے:

(۱) یہ انتخاب خداوندی ہے تمہیں چوں وچرا کا حق نہیں...

(۲) یہ قیادت کے مستحق ہیں، اس میں صلاحیت ہے جنگ میں دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے علم و جسم، یعنی فنون سپہ گری سے واقف ہو اور جسمانی طور پر طاقتور اور رعب دار ہو یہ دونوں چیزیں اس میں موجود ہیں، **بسطةً فی العلم والجسم۔**

(۳) اس انتخاب میں جو حکمتیں پوشیدہ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔ تمہارا سطحی ذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس واسطے ان کی قیادت کو تسلیم کر کے جہاد کرو پھر اس پر ظاہری دلیل بھی یہ پیش فرمائی کہ ان طالوت کی قیادت حق ہونے کی یہ علامت ہے کہ جو صندوق جس میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بقایا تبرکات موجود ہیں، حملہ کے وقت عمالقہ لے گئے تھے، وہ ملائکہ اُن سے لے کر تمہیں واپس لادیں گے۔

چنانچہ ایسا ہوا تو مجبوراً انہوں نے قیادت تسلیم کی، جہاد کے لئے تیار ہوئے، جالوت کے ساتھ مقابلہ تھا، فوج کا امتحان لیا گیا، سخت گرمی تھی پیاس لگی ہوئی تھی، راستہ میں نہر آئی تو فرمایا ایک چلو سے زیادہ پانی کوئی نہ پیے۔ ۳۱۳ کے علاوہ سب فیل ہو گئے، انہوں نے پانی خوب پی لیا، پیاس تیز ہو گئی اور پیٹ پھول گئے، تو کہنے لگے ''لا طاقۃ لنا الیوم بجالوت و جنودہ''... صرف ۳۱۳ نے جہاد کیا اور جالوت کے لشکر عظیم کو شکست دی۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی اس فوج میں سپاہی تھے، انہوں نے جالوت کو قتل کیا بعد میں ان کو نبوت و حکومت ملی۔ تو اس واقعہ کو بنیاد بنا کر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو حکم جہاد دیا کہ جہاد میں عزت ہے، اس پر ضرور عمل کرو۔

حکمِ جہاد چھٹی بار: ''لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغیّ'' (آیۃ: ۲۵۶)

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ جہاد کرو مگر مقصد جہاد کسی کو زبردستی مسلمان بنانا نہیں ہے کہ لوگوں کو بزورِ شمشیر ایمان پر مجبور کیا جائے بلکہ جہاد فتنہ فساد ختم کرنے کے لئے ہے، زبردستی مسلمان بنانا حکمت ابتلاء کے خلاف ہے اور مجبوری کا ایمان قبول بھی نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنی رضا اور رغبت سے مسلمان ہو جائے پھر مرتد ہو جائے تو اُسے دوبارہ اسلام کی طرف مجبور کیا جاتا ہے، اُس کے اعتراض و شبہات کا رد کیا جاتا ہے پھر بھی وہ مسلمان نہ ہو، توبہ نہ کرے تو تین دن کے بعد قتل کر دیا جاتا ہے، عورت ہو تو قید کر دی جاتی ہے تاکہ اسلام کھلونا نہ بن جائے اور باغی دندناتا نہ پھرے۔ باغی کی سزا قتل ہے بالاتفاق!

درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عَلَیْہِ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ ص فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے پاس سے ایک ایسا شخص گذرا جس نے سرخ رنگ کا جوڑا پہنا ہوا تھا اس نے سلام پیش کیا آپؐ نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔

خالص سرخ یا زرد رنگ کا کپڑا مردوں کے لئے حرام ہے کیونکہ بھڑکیلے قسم کے تیز رنگ عورتوں کے لئے خاص ہیں، آپ انے جب ایک صحابی کو دیکھا کہ اس نے ممنوع رنگ پہن کر حرام کا ارتکاب کیا ہے تو آپؐ ناراض ہوئے جو اَلْبُغْضُ لِلّٰہِ کے دائرے میں آتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے پاس تھے اچانک ایک شخص آیا اور اس

کے پاس انڈے جتنا سونے کا ٹکڑا تھا، اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے یہ سونا کان سے حاصل کیا ہے آپؐ اسے لے لیں یہ صدقہ ہے اور میں اس کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں ہوں آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا پھر وہ دائیں طرف سے آیا اور وہی بات کی آپؐ نے اعراض کیا پھر

وہ بائیں طرف سے آیا آپؐ نے اعراض کیا، پھر وہ پیچھے کی طرف سے ہو کر آیا آپ انے وہ لے کر اس پر پھینک دیا۔ راوی کہتے ہیں اگر اس کو وہ لگ جاتا تو اسے زخمی کر دیتا یا خوب درد مند کر دیتا۔

حدیث کے الفاظ ہیں:

(۱۲) فَاَخَذَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَذَفَهٗ بِهَا فَلَوْ اَصَابَتْهُ لَاَوْجَعَتْهُ اَوْ لَعَقَرَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاتِيْ اَحَدُكُمْ بِمَا يَمْلِكُ فَيَقُوْلُ هٰذِهٖ صَدَقَةٌ ثُمَّ يَقْعُدُ يَسْتَكِفُّ النَّاسَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَاكَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى۔ (۱/۲۴۳)

آپ علیہ السلام نے اُسے لے لیا اور اسی کو اس پر پھینک دیا، اگر اسے لگ جاتا تو اسے درد مند کرتا یا زخمی کر دیتا، پھر آپ انے فرمایا تم میں سے ایک آدمی اپنا سارا مال لا کر صدقہ کر دیتا ہے پھر خود بیٹھ کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے... بہترین صدقہ تو وہ ہے جو غنا سے ہو (یعنی اپنی جائز ضرورت سے جو بچ جائے وہ صدقہ کیا جائے)۔

فائدہ:۔ کل مال صدقہ کر دینا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت کا خیال نہ کرنا شریعت میں ممنوع ہے اِلّا یہ کہ صدقہ کرنے والے کا ایمان اس درجہ کامل ہو کہ اپنی ضرورت کے وقت پریشان نہ ہو اور نہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو تیار ہو جائے بلکہ صبر کرے تو ایسے آدمی کے لئے کل مال صدقہ کر دینا جائز ہے۔ جیسا کہ غزوۂ تبوک میں حضرت صدیق اکبر ص نے کل مال چندہ میں دے دیا پوچھنے پر فرمایا جو کچھ تھا لا یا ہوں آپ نے ان کا مال قبول کر لیا۔ اور اس شخص نے بغیر پوچھے خود کہہ دیا کہ میرا سارا یہی ہے اسی سے آپ علیہ السلام نے اندازہ لگا لیا کہ یہ اپنی ضرورت کے وقت صبر نہیں کر سکے گا۔ لوگوں سے مانگنا شروع کر دے گا؟ اپنا مال خرچ کر دینا پھر اپنی ضرورت کے وقت لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا حرام ہے اس واسطے آپ انے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور وہ سونے کا ٹکڑا تنبیہ کے طور پر اس پر پھینک دیا کہ ذرا سوچ تو سہی میں اعراض کر رہا ہوں اور تو بغیر سوچے طرف بدل کر وہی فعل دہرائے جا رہا ہے۔

حضرت خالد الجُہنی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ علیہ السلام سے لقطہ کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا اس کی تعریف واعلان ایک سال تک کرتا رہ۔ پھر اس کے تسمے اور تھیلی کو خوب پہچان لے (اگر مالک نہ ملے) تو اسے خرچ کر دے پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے (اپنی طرف سے) ادا کر دے اس نے کہا اے اللہ کے رسول اگر گمشدہ بکری ملے تو کیا کروں تو آپؐ نے فرمایا اسے لے کیونکہ وہ تیری ہے یا تیرے بھائی (مالک) کی ہے یا اسے بھیڑیا لے جائیگا پھر اس نے پوچھا گمشدہ اونٹ کا کیا حکم ہے۔

حمد باری تعالیٰ

 ایم راقم نقشبندی

پھولوں میں گلزاروں میں
رنگ برنگ نظاروں میں
شمس و قمر اور تاروں میں
صبح و مسا کی بہاروں میں
غاروں میں کہساروں میں
دریاؤں کی قطاروں میں
چڑیوں کی چہکاروں میں
خَلقت کے نظّاروں میں
اَحَد صَمَد ہے ذکر ترا
یکتائی میں تو ہی تو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم


ایم راقم نقشبندی

حسنِ سرکار پہ اُترا ہوا قرآں دیکھیں
یعنی خود مدح سرا شاہ کا یزداں دیکھیں

کہتے ہوں گے کھڑے سدرا پہ یوں جبریلِ امیں
جایئے جانبِ جاناں رخِ جاناں دیکھیں

ہم انھیں رو کے دیکھائیں تو وہ چپ کروائیں
رات ایسی ہو کوئی جس میں یہ سُپناں دیکھیں

اپنے در پر ہمیں بلوایئے پیارے آقا
حسرتِ دید ہے ہم زیست کا ساماں دیکھیں

اپنے قدموں میں بٹھا کر وہ سنیں نعت اپنی
اور ہم ان کی نگہ، دامنِ مژگاں دیکھیں

مدحتِ سیدِ ابرار مرے بس میں کہاں
جو لکھا فیضِ کریمی ہے نمایاں دیکھیں

زائرینِ شہِ بطحا سے کہا یوں، راقم
کہنا آقا سے، ہیں کچھ حالِ پریشاں دیکھیں

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ




محمد داؤد الرحمن علی

اسلامی تاریخ میں ایسے عظیم علماء کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے علم، تقویٰ، اور روحانیت سے امت مسلمہ کی رہنمائی کی۔ان ہی میں سے ایک بلند پایہ شخصیت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی ہے، جنہوں نے اپنی زندگی کو دینی خدمات، تصنیف وتالیف اور علومِ اسلامیہ کی ترویج کے لیے وقف کردیا۔آپ کی شخصیت نہ صرف علمی اعتبار سے بلکہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے بھی ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔

نام ونسب:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ ۱۹۰۵ء میں پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر رائے پور (جو کہ لاہور کے نزدیک ہے) میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا جس کی جڑیں اس خطے کے معروف علمی مراکز میں گہری تھیں۔آپ کے والد محترم بھی علم دین کے جید عالم تھے اور اسی علمی ماحول میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی پرورش ہوئی۔(مقالہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی ابتدائی زندگی)

تعلیم:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، جنہوں نے آپ کو قرآن مجید کی تعلیم دی۔ پھر آپ نے لاہور کے مختلف مدارس سے علومِ شرعیہ کی تکمیل کی۔آپ کی ذہانت اور شوقِ علم کی بدولت آپ نے بہت کم وقت میں علومِ دینیہ میں اپنا نام پیدا کیا۔آپ کی تعلیم کا ایک اہم مرحلہ دارالعلوم دیوبند میں رہا، جہاں آپ نے اپنی دینی اور علمی قابلیت کو مزید نکھارا اور مختلف علومِ اسلامیہ میں مہارت حاصل کی۔(کتب تصانیف حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)

سند فراغت وبیعت:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے دارالعلوم دیوبند سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء) میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں بیعت کی۔ آپ نے صرف علمی استفادہ نہیں کیا بلکہ روحانیت کی بلندیوں کو بھی چھوا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی ہدایتوں کے مطابق آپ نے اپنی زندگی کو دینی خدمات اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے وقف کر دیا۔ (مقالہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کا روحانی سفر)

اساتذہ:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے اپنی زندگی میں متعدد بزرگ اور عظیم علماء سے استفادہ حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا احمد اللہ مشرقیؒ جیسے جلیل القدر علماء شامل ہیں۔ ان اساتذہ کی تعلیمات اور رہنمائی نے آپ کی علمی و روحانی شخصیت کو سنوارا اور آپ کو امت کی خدمت کے لیے تیار کیا۔ (کتب تصانیف حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)

تدریس:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے ۱۹۳۰ء کی دہائی میں تدریس کا آغاز کیا۔ آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز لاہور کے مشہور مدارس میں کیا اور بعد ازاں جامعہ بنوریہ کراچی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ آپ کے درس میں علمِ حدیث، فقہ، تفسیر اور تصوف پر گہرا عبور تھا، جس کی بدولت آپ کا حلقہ درس بہت وسیع اور متنوع تھا۔ آپ نے تدریس کے دوران صرف علم ہی نہیں بلکہ اخلاقی تربیت بھی دی، جس سے آپ کے شاگردوں پر گہرا اثر پڑا۔ آپ کی تدریس کا مقصد صرف نظریاتی علم دینا نہیں بلکہ طلباء کی عملی زندگی کو بہتر بنانا تھا۔ (مقالہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی تدریسی خدمات)

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ علماء کی نظر میں:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کو ان کے ہم عصر علماء نے ایک بلند پایہ محدث اور فقیہ کے طور پر تسلیم کیا۔ آپ کی علمیت اور تدریسی صلاحیتوں کا اعتراف ان کے معاصر علماء نے بھی کیا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:

"حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی شخصیت علم و عمل کا حسین امتزاج ہے، اور آپ نے اپنی زندگی کو علم دین کے لیے وقف کر کے امت مسلمہ کے لیے ایک بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔"



حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے کہا:

''حضرت مولانا رائے پوریؒ کی فقاہت اور تدریس کا انداز اس قدر دلنشین اور سادہ تھا کہ ان کے حلقہ درس میں ہر طبقہ کے لوگ اپنی ضرورت کے مطابق استفادہ کرتے تھے۔''

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے شاگرد اور مربی، مولانا مفتی محمد حسین پاشا نے فرمایا:

''حضرت مولانا رائے پوریؒ کا ہر ایک عمل ہمارے لیے ایک درس تھا۔آپ کی پوری زندگی علم و عمل میں توازن کی ایک مثال تھی۔''(علماء کی نظر میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)

وفات:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ ۲۴/ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳ء) کو لاہور میں انتقال کر گئے۔آپ کی وفات ایک دینی اور علمی خلا چھوڑ گئی، جسے پر کرنا آسان نہ تھا۔آپ کی زندگی اور کام کے ذریعے جو علمی ورثہ چھوڑا گیا وہ ہمیشہ امت مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ رہے گا۔آپ کی تدریس اور تصنیف کے اثرات آج بھی جاری ہیں۔(مقالہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی وفات)

تقویٰ
دین کی بہترین چیز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے۔ اور تمہارے دین کی سب سے اچھی چیز تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی:197،حدیث صحیح)

سورۃ الماعون کی آسان تفسیر







مولانا عبدالمتین لیاری صاحب

اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ

تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو دکھلاوا کرتے ہیں۔

1۔آخرت کے منکرین کی پانچویں نشانی یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ نیک کاموں میں دکھلاوا کرتے ہیں۔

2۔ریاکاری اور دکھلاوا گناہ کبیری ہے۔

3۔ریاکاری اخلاص کی ضد ہے یعنی جو مخلص ہوگا وہ ریاکار نہیں ہوگا اور جو ریاکار ہوگا وہ مخلص نہیں ہوسکتا۔

4۔اصل عمل یہ ہے کہ جو بھی نیک عمل کرے اس نیت سے کرے کہ یہ عمل میں اللہ کے حکم اور نبی علیہ السلام کے طریقے پر عمل کی نیت سے کر رہا ہوں تاکہ مجھے روز محشر اس کا اجر مل سکے اس کے علاوہ کوئی بھی دوسری نیت شامل کرلینا عمل کو ضائع کردیتا ہے بلکہ وبال بنادیتا ہے۔

5۔ریاکاری سے آلودہ عمل اللہ کی نظر میں کسی بھی کام کا نہیں ہے۔

6۔ عمل کی قبولیت کے لیے تین شرائط ہیں :

1۔ایمان

2۔اخلاص

3۔سنت کے مطابق

ان میں سے کوئی ایک بھی باقی رہ جائے تو عمل بے وزن ہو جاتا ہے۔

7۔جب عمل میں ریاکاری آجائے تو وہ عمل ایمان کی مضبوطی کی بجائے کمزوری کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

8۔اخلاص اور ریاکاری دونوں کا تعلق "قلب" اور دل سے ہے لہذا ان دونوں کا اصل اور پہلا ارادہ دل سے پیدا ہوتا ہے اس کے بعد یہ زبان یا اعمال میں ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا جو ریاکاری میں مبتلا ہے در حقیقت اس کی قلبی دنیا ویران ہے اور دل میں خدا کی بجائے کوئی اور آباد ہے۔

9۔جب پیش نظر خدا کی ذات ہوتی ہے تو عمل اسی کے لیے کیا جاتا ہے لیکن جب پیش نظر مخلوق ہو تو عمل مخلوق کے لیے ہو جاتا ہے اسی لیے ریاکار کو مشرک بھی کہا گیا ہے کیونکہ وہ خدا کے علاوہ کسی اور کو دکھانے کے لیے عبادت کر رہا ہے جبکہ عبادت اللہ کے سوا کسی غیر کو راضی کرنے کے لیے کی جائے تو شرک ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک کر رہا ہوتا ہے۔

10۔ریاکاری کا تعلق لوگوں کے سامنے عمل کرنے یا نہ کرنے سے نہیں ہے بلکہ دل کی کیفیت اور نیت سے ہے اگر دل میں نیت ریاکاری کی ہو تو تنہائی میں بھی ایسا ہو سکتا ہے اور اگر دل میں نیت خلوص کی ہو تو بھرے مجمع میں بھی خلوص برقرار رہ سکتا ہے۔

11۔علماء فرماتے ہیں کہ جس طرح غیر اللہ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا ریاکاری ہے اسی طرح غیر اللہ کی وجہ سے عمل چھوڑنا بھی ریاکاری ہے کیونکہ اگر خلوص ہوتا تو وہ کسی کی پرواہ کیے بغیر اپنے عمل کے ساتھ سچائی سے پیش آتا۔

12۔دور حاضر میں خیر کے بہت سے کام عام ہیں لیکن ان کی نورانیت اور اثر نہ ہونے کی وجہ ریاکاری ہے جس کی اہم وجہ کیمرے، ویڈیوز اور سوشل میڈیا کی دنیا ہے جہاں اپنے عمل کی تشہیر کرنا عمل کرنے سے بھی زیادہ ضروری سمجھی جاتی ہے۔

13۔لوگ مجھے نیک سمجھیں، درویش سمجھیں، عالم سمجھیں، خادم خلق خدا تصور کریں، لوگوں کی نظر میں ہیرو بن جاؤں، مجھے بہت بڑا عالم پکارا جائے، میری شان بیان کی جائے، جگہ جگہ میرے قصیدے پڑھے جائیں، مجھے عبادت گزار، خوش الحان قاری اور ماہر فن سمجھا جانے لگے، میری سخاوت کے چرچے ہوں، میرے کپڑے گھر اور طرز زندگی پر تبصرے کیے جائیں اور واہ واہ کی جائے یہ سب کے سب ریاکاری والے اعمال ہیں۔

14۔حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح فرماتے ہیں کہ گھر کی تعمیر میں اپنے ذوق کا مظاہرہ ہو تو یہ آرائش وزیبائش ہے جو کہ جائز ہے اور اگر اپنی سہولت کی خاطر کچھ ضروری سامان کا بھی انتظام کر دے تو یہ آسائش ہے جو کہ جائز ہے اور اگر اس کے بعد بھی بہت کچھ فضول خرچیاں کرنے لگے تو یہ نمائش ہے جو کہ بالکل ناجائز ہے۔

موجودہ دور میں نمائش کا عنصر بہت عام ہوتا جارہا ہے، شادی بیاہ، تقریبات، برتھ ڈے، اسٹیٹس اور سوشل میڈیا یہ سب جیسے نمائش کے اہم ذرائع سمجھے جاتے ہیں جہاں ہر کوئی اپنے ہر ہر عمل کی نمائش میں مگن ہے۔

15۔درس نظامی کی مشہور کتاب "الہدایہ" کے لکھنے والے مشہور عالم دین شیخ الاسلام برہان الدین امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی کے بارے میں آتا ہے انہوں نے 13 یا 17 سال میں یہ چار جلد پر مشتمل الہدایہ لکھی اور پوری کتاب روزے کی حالت میں لکھی جب گھر سے کھانا آتا تو انکار کے بجائے کھانا لے لیتے اور کسی دوسرے مستحق کو دے دیتے۔

16۔لوگوں کو دکھلانے کے لیے عمل کرنے والے کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جن کے لیے تم نے عمل کیا ان ہی سے اس عمل کا اجر وصول کرو۔

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ

تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو (اپنے بھائی کو) معمولی چیز بھی نہیں دیتا۔

1۔آخرت کے عملی منکرین کی پانچویں خرابی یہ ہے کہ وہ اتنا بداخلاق شخص ہے کہ معمولی چیزیں بھی دینے سے انکاری رہتا ہے۔

2۔اللہ کے نیک بندے چیزوں کو اللہ کے بندوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔

3۔لوگوں کے کام آنا اور ان کی معمولی ضروریات پوری کرنا یہ ہمدردی اور غمگساری کی علامت ہے۔

4۔سخی اللہ کو پسند ہے اور جنت کے قریب ہے کیونکہ وہ اللہ کے بندوں کے کام آتا ہے اور بخیل اللہ کو ناپسند ہے اور جہنم کے قریب ہے کیونکہ وہ اللہ کے بندوں کے کام نہیں آتا۔

5۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

خیر الناس من ینفع الناس

لوگوں میں اعلی درجے کے لوگ وہ ہیں جو آتے ہیں کام اوروں کے۔

اخلاص کی اہمیت اور رِیاکاری کی مذمت





مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّۃ اللہ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ نیت روح ہے اور عبادت جسم ہے۔ جسم بغیر روح کے زندہ نہیں رہتا۔ بدن سے جدا ہونے کے بعد روح زندہ رہتی ہے، لیکن زندگی کے کامل آثار بغیر بدن کے ظاہر نہیں ہوتے۔ اسی لیے:

(1) اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ کو نہیں پہنچتا اُن کا گوشت اور نہ اُن کا لہو، لیکن اس کو پہنچتا ہے تمھارے دل کا ادب''۔ (الحج22:37)

(2) اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''إنّما الأعمالُ بالنّیّات'' (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے)۔ (متفق علیہ، مشکوۃ، حدیث: 1)

نبی اکرم ﷺ نے بہت سے مقامات پر بیان فرمایا کہ جس آدمی نے کوئی عمل کرنے کی نیت کی ہو اور کسی رُکاوٹ کی وجہ سے وہ عمل نہ کر سکا ہو، اُس آدمی سے تشبیہ دی ہے کہ جس آدمی نے واقعی وہ عمل کیا ہے۔ مثلاً:

(1) کسی ایسے وِرد اور وظیفے کی پابندی کرنے والے مسافر اور مریض حالتِ سفر اور مرض میں اُس وِرد کی پابندی نہ کر سکے ہوں تو اُن کے نامۂ اَعمال میں وہ عمل لکھ دیا جاتا ہے۔

(2)اسی طرح وہ آدمی کہ جو مال کے خرچ کرنے کا پختہ عزم رکھتا ہو، لیکن اپنی محتاجگی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا ہو تو اُس کے نامۂ اعمال میں بھی یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ گویا کہ اُس نے مال خرچ کیا۔

نیت کی تعریف اور حقیقت

نیت سے میری مراد یہ ہے کہ کسی عمل پر اُبھارنے والی وہ معنویت کہ جس میں:

(أ)اُن باتوں کی تصدیق ہوتی ہو، جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی خبر دی ہے کہ فرماں بردار کو یہ ثواب ملے گا اور نافرمان کو یہ سزا ملے گی۔

(ب) یا ایسی دلی محبت پیدا ہو کہ اللہ نے جن کاموں کے کرنے یا جن کاموں سے رُکنے کا حکم دیا ہے، انھیں دل و جان سے تسلیم کرے اور اُن کے مطابق عمل کرے۔

احادیث میں ریاکاری کی مذمت

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا عمل کرنے سے منع فرمایا ہے، جو ریاکاری کے طور پر کسی کو دکھانے اور سنانے کے لیے کیا جائے۔آپ ﷺ نے بڑی صراحت کے ساتھ ان دونوں کاموں کی بُرائی بیان کی ہے۔اسی سلسلے میں درجِ ذیل احادیث ہیں:

(1)آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے پہلے تین آدمیوں کا فیصلہ کیا جائے گا:(۱)وہ آدمی جو جہاد میں اس لیے قتل ہوا تا کہ اُس کے بارے میں لوگوں میں یہ بات کہی جائے کہ وہ بڑا بہادر آدمی تھا۔(۲)وہ آدمی جس نے اس لیے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی کہ یہ کہا جائے کہ وہ بڑا عالم ہے۔(۳)وہ آدمی جس نے اس لیے لوگوں میں مال خرچ کیا، تا کہ لوگ کہیں کہ وہ بڑا سخی ہے۔ان تینوں کو چہروں کے بَل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکنے کا حکم دیا جائے گا''۔(مشکوٰۃ، حدیث:205)

(2)رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں (دوسرے) تمام شریکوں کے مقابلے میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اَور کو بھی شریک کرے تو میں اس کو اس شریک کے حوالے کر دیتا ہوں، جس کو اُس نے شریک ٹھہرایا''۔(مشکوٰۃ، حدیث:5315)

اچھے اعمال پر لوگوں میں تعریف ہونے سے متعلق احادیث کا مطلب

(1) جہاں تک حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کردہ اس حدیث کا تعلق ہے، جس میں آپؐ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ کی اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے، جس نے خیر کے کاموں میں سے کوئی کام کیا ہو اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہوں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ مسلمان کے لیے دنیا میں خوش خبری ہے''۔ (رواہ مسلم، مشکوۃ، حدیث: 5317)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب مؤمن کے عمل کرنے کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عمل کو زمین میں قبولیت بخشی ہو اور اس وجہ سے لوگ اُس انسان سے محبت کرتے ہوں۔

(2) اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں اپنے گھر میں اپنے مصلے پر نماز پڑھ رہا تھا، اتنے میں ایک آدمی میرے گھر میں داخل ہوا، اُس نے مجھے نماز کی اس حالت میں دیکھا تو مجھے اچھا لگا۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''اے ابوہریرہ! اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کو دو اَجر ملیں گے: ایک تو یہ کہ تم نے خفیہ طور پر تنہائی میں نماز پڑھی اور دوسرے یہ کہ تم نے نیکی کا ایک کام اعلانیہ طور پر کیا''۔ (رواہ الترمذی، مشکوۃ، حدیث: 5322)

اس حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کا نماز کی اپنی اس حالت کو اچھا سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے عمل صرف اچھا سمجھنے کی نیت سے نہیں کیا، بلکہ یہ اچھا سمجھنا عمل پر غالب ہونے کے بجائے مغلوبیت کی صورت رکھتا ہے کہ از خود ہو گیا۔

جہاں تک آپؐ نے ''اجرالسِّر'' (تنہائی کے عمل کا اجر) بیان کیا ہے تو اس سے مراد وہ اخلاص اور للہیت ہے، جو کسی کام کو چھپ کر کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور ''اجرالعَلانیۃ'' (اعلانیہ اجر) کا مطلب یہ ہے کہ دین کو غالب کرنے اور سنتِ راشدہ کے پھیلاؤ اور فروغ کا اجر بھی ملے گا کہ دیکھنے والے لوگ اُس اچھے عمل کو دیکھ کر اُس پر عمل کریں گے''۔ (أبواب الِاحسان، باب: 3، بقیّۃ مَباحث الِاحسان)



والد اور بیٹے کا واقعہ

محمد شعیب

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسنادِ متصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہؓ ہی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے شکایت کرنے والے کو بلا کر بات کرنے کو کہا۔ اتنے میں جبرئیلِ امینؑ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو اس سے پوچھئے کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں، خود اس کے کانوں نے بھی انہیں نہیں سنا۔

جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ ﷺ نے اس کے والد سے کہا: کیا بات ہے؟ آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں؟ والد نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اس سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کا مال پھوپھی، خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ای" (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہو گئی، اب کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں)۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتا ہے (کہ جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہو گئی جو ایک معجزہ ہے)۔

پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ۔ اس وقت اس نے یہ اشعار سنائے:

غَذَوْتُكَ مَوْلُودًا وَعُلْتُكَ يَافِعًا
تُعَلُّ بما أُجْنِي عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

ترجمہ: میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تیری ذمہ داری اٹھائی، تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا۔

اذَا لَيْلَةٌ ضَافَتْكَ بِالسُّقْمِ لَمْ أَبِتْ
لِسُقْيَاكَ إِلَّا سَاهِرًا أَتَمَلْمَلُ

ترجمہ: جب کبھی تجھے کوئی بیماری لاحق ہو جاتی تو میں رات بھر تیرے علاج کے لیے جاگتا اور بے قراری میں گزارتا۔

كَأَنِّي أَنَا الْمَطْرُوقُ دُونَكَ بِالَّذِي
طُرِقْتَ بِهِ دُونِي فَعَيْنَايَ تَهْمِلُ

ترجمہ: گویا بیماری تجھے نہیں، مجھے لگی ہو، میں ہی مصیبت میں ہوں، اور میری آنکھیں روتی رہتی ہیں۔

تَخَافُ الرَّدَى نَفْسِي عَلَيْكَ وَإِنَّهَا
لَتَعْلَمُ أَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُؤَجَّلُ

ترجمہ: میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا، حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا وقت مقرر ہے، ٹل نہیں سکتی۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ الَّتِي
إِلَيْهَا مَدَى مَا كُنْتُ فِيكَ أُؤَمِّلُ

ترجمہ: پھر جب تم اس عمر اور اس مقام کو پہنچے جس کی میں تمنا کرتا تھا...

جَعَلْتَ جَزَائِي غِلْظَةً وَفَظَاظَةً
كَأَنَّكَ أَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

ترجمہ: تو تم نے میرے احسان کا بدلہ سختی اور بدزبانی سے دیا، جیسے کہ تم ہی مجھ پر احسان کرنے والے ہو۔

فَلَيْتَكَ إِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ أُبُوَّتِي
فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُصَاحِبُ يَفْعَلُ

ترجمہ: کاش! اگر تم میرے باپ ہونے کا حق ادا نہ بھی کر سکتے، تو کم از کم ایسا سلوک کرتے جیسا ایک اچھا پڑوسی کرتا ہے۔



فَوَاللّٰهِ لَوْ لَمْ تَبْخَلْ عَلَيَّ بِمَالِكَ
لَكُنْتَ بِمَالِي دُونَ مَالِكَ تَبْخَلُ

ترجمہ: اللہ کی قسم! اگر تم نے اپنے مال میں بخل نہ کیا ہوتا، تو تم میرے مال میں بخل نہ کرتے۔

رسول کریم ﷺ نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا:

"أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ"

"تو اور تیرا مال، دونوں تیرے باپ کے ہیں"۔ (قرطبی، حوالہ: معارف القرآن ۵/۳۶۸)





جنت کا راستہ



محمد حفص فاروقی

ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں ایک شخص (سائل) نے حاضر ہو کر چند اہم اور ضروری باتوں کے متعلق سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد جوابات ارشاد فرمائے... ان سوالات و جوابات کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

سائل: اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ ایک بڑا عالم بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اللہ سے ڈرتا رہ... بس بڑا عالم بن جائے گا... یعنی اللہ کا خوف اور اس کے حکموں پر عمل... علم و حکمت کے خزانے خود ہی فراہم کر دیں گے۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ دولت مند بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو قناعت اختیار کر، مالدار ہو جائے گا۔

سائل: میری خواہش ہے کہ سب سے بہتر شخص ہو جاؤں۔



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

سائل: میں سب سے عادل شخص بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اگر تو سب کے لیے بھی وہی پسند کرے گا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے... تو سب سے زیادہ منصف اور عادل شخص بن جائے گا۔

سائل: میں اللہ تعالی کے دربار میں مقرب بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ کو کثرت سے یاد کیا کر، تو مقرب بن جائے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرے رزق میں وسعت ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو ہمیشہ باطہارت رہ... تیرے رزق میں برکت ہو گی۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: جو چیزیں اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں ان کو پسند کر... اور جن سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت ہے ان سے نفرت کر۔

سائل: میں اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: کسی پر بے جا غصہ نہ کر... اللہ تعالی کے غضب سے محفوظ رہے گا۔

سائل: میں اللہ تعالی کے دربار میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو حرام چیزوں اور حرام باتوں سے بچ۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی مجھ کو قیامت میں سب کے سامنے رسوانہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر... اللہ تعالی تجھ کو رسوانہ کرے گا۔



سائل: میں چاہتاہوں کہ اللہ میرے عیب چھپالے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تواپنے بھائیوں کے عیب چھپا... اللہ تعالیٰ تیرے عیب پرپردہ پوشی کرے گا۔

سائل: میری غلطیاں کیسے معاف ہوں گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: خوفِ خدا سے رونے، خدا سے عاجزی کرنے اور بیماریوں سے۔

سائل: کون سی نیکی اللہ کے نزدیک افضل ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اچھے اخلاق، انکساری، مصیبتوں پر صبر اور اللہ کے فیصلوں پر خوشی کا اظہار۔

سائل: اللہ کے نزدیک سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: بد ترین اخلاق اور کنجوسی۔

سائل: کون سا عمل اللہ کے غضب کو روکتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: پوشیدہ طور سے صدقہ دینا، قرابت داروں کا حق ادا کرنا اور ان سے سلوک واحسان سے پیش آنا۔

سائل: جہنم کی آگ کو کون سی چیز بجھائے گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: نماز اور روزہ۔(کنزالعمال وجامع صغیر)



ایک روٹی کی برکت

عبداللہ رحمت

حضرت سیدنا ابو بردہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جب حضرت سیدنا ابو موسیٰ رحمہ اللہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رحمہ اللہ نے اپنے تمام بیٹوں کو اپنے پاس بلا کر فرمایا: "میں تمہیں صاحب الرغیب (یعنی روٹی والے) کا قصہ سناتا ہوں، اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔

پھر فرمایا: "ایک عابد شخص اپنی جھونپڑی میں لوگوں سے الگ تھلگ عبادت کیا کرتا تھا۔ وہ ستر سال تک اسی جھانپڑی میں رہا، اس عرصہ میں کبھی بھی اس نے عبادت کو ترک نہ کیا اور نہ ہی کبھی اپنی جھونپڑی سے باہر آیا۔ ایک دن وہ جھونپڑی سے باہر آیا تو اسے شیطان نے ایک عورت کے فتنے میں مبتلا کر دیا، اور وہ سات دن یا سات راتیں اسی عورت کے ساتھ رہا، سات دن کے بعد جب اس کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹا تو وہ اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوا، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی، اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ وہ اپنے اس فعل پر بہت نادم تھا، اب اس کی یہ حالت تھی کہ ہر ہر قدم پر نماز پڑھتا اور توبہ کرتا۔ پھر ایک رات وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں بارہ مسکین رہتے تھے۔ وہ بہت زیادہ تھکا ہوا تھا تھکاوٹ کی وجہ سے وہ ان مسکینوں کے قریب گر پڑا۔

ایک راہب روزانہ ان بارہ مسکینوں کو ایک ایک روٹی دیتا تھا۔ جب وہ راہب آیا تو اس نے روٹی دینا شروع کی اور اس عابد کو بھی مسکین سمجھ کر ایک روٹی دے دی، اور ان بارہ مسکینوں میں سے ایک کو روٹی نہ ملی تو اس نے راہب سے کہا: "آج آپ نے مجھے روٹی کیوں نہیں دی؟"

راہب نے جب یہ سناتو کہا: "میں تو بارہ کی بارہ روٹیاں تقسیم کر چکا ہوں۔" پھر اس نے مسکینوں سے مخاطب ہو کر کہا: "کیا تم میں سے کسی کو دو روٹیاں ملی ہیں؟" سب نے کہا: "نہین ہمیں تو صرف ایک ایک ہی ملی ہے۔"

یہ سن کر راہب نے اس شخص سے کہا: "شاید تم دوبارہ روٹی لینا چاہتے ہو، جاؤ آج کے بعد تمھین روٹی نہیں ملے گی۔"

جب اس عابد نے یہ سنا تو اسے اس مسکین پر بڑا ترس آیا چنانچہ اس نے وہ روٹی مسکین کو دے دی اور خود بھوکا رہا اور اسی بھوک کی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

جب اس کی ستر سالہ عبادت اور غفلت میں گزری ہوئی سات راتوں کا وزن کیا گیا، تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزاری ہوئیں راتیں اس کی ستر سالہ عبادت پر غالب آگئیں۔ پھر جب ان سات راتوں کا موازنہ اس روٹی سے کیا گیا جو اس نے مسکین کو دی تھی تو وہ روٹی ان راتوں پر غالب آگئی اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حکایت اس طرح مروی ہے: "ایک عابد نے ستر سال تک اللہ عزوجل کی عبادت کی پھر اس نے ایک فاحشہ عورت سے گناہ کیا۔ تو اللہ عزوجل نے اس کے تمام اعمال ضائع کر دیئے، (پھر جب اسے اپنے گناہ کا احساس ہوا تو وہ تائب ہو گیا) کچھ دنوں کے بعد اسے ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ وہ چلنے پھرنے سے معزور ہو گیا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک شخص روٹیاں تقسیم کر رہا ہے گرتے پڑتے یہ بھی وہاں پہنچا اور اس نے بھی ایک روٹی حاصل کر لی۔ ابھی اس نے روٹی کھانا شروع بھی نہ کی تھی کہ اسے ایک مسکین نظر آیا، چنانچہ اس نے وہ روٹی مسکین کو دے دی اور خود بھوکا ہی رہا۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کا یہ عمل ایسا مقبول ہوا کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور اسے ستر سالہ عبادت کا ثواب بھی لوٹا دیا گیا۔ (عیون الحکایات ص ۷۴ حکایت نمبر ۱۱)

3 مختصر آیات میں
انسانی زندگی کے سفر کی مکمل رُوداد
مِنۡ نُّطۡفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ۝
(القرآن سورۃ عبس:19,20,21)
"نطفے کی ایک بوند سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو ایک خاص انداز بھی دیا۔۔۔
پھر اس کے لیے (دنیا میں آنے اور جینے کا) راستہ بھی آسان بنا دیا۔
پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچا دیا۔۔۔"
(القرآن سورۃ عبس:19,20,21)